# سادات

## اوران کے متعلق فقہی احکام

مرتب: سید کلیم اللہ حرمزئی

- سید کا اطلاق کس پر ہوتا ہے؟
- سید کا احترام اس کے نسب کی وجہ سے کرنا
- سیدہ خاتون غیر سید کی کفو نہیں ہے
- سید ہونے کے لیے صرف شہرت بھی کافی ہے
- سید کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا
- سید کو زکاۃ دینا
- کیا زکاۃ کی متبادل ہے؟
- سید طلبہ کا مدرسہ کی مد سے کھانا وغیرہ کھانا
- سید استاد کو زکاۃ کی تملیک شدہ رقم بطور تنخواہ دینا
- سادات کے امیر بچے جو دینی مدارس میں پڑھتے ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہر قبیلے میں امیر اور غریب ہوتے ہیں، امیر غریب کو زکاۃ دے کر معاشرتی توازن اور امن برقرار رکھ سکتا ہے، سادات قبیلے میں غریب اور امیر ہوتے ہیں، کچھ علماء کرام اس وجہ سے غریب سادات کو زکاۃ دینے کے قائل ہیں، کہ سابقہ دور میں ان کو بیت المال سے باقاعدہ خمس دیا جاتا تھا، جو آج کل نہیں ہے، اسی طرح بھیک مانگنے میں ان کی ابروریزی ہوتی ہے، ایسی صورت میں ان کی عزت نفس کی خاطر مال کا میل کچیل (زکاۃ) دینا درست ہے، بعض علماء سید کی زکاۃ غریب سید کو دینا جائز سمجھتے ہیں۔ جب کہ بعض ان کے مخالف ہیں، ان کے نزدیک زکاۃ کسی طرح درست نہیں ہے۔ ایسی صورتحال میں مفتیان کرام سے چند سوالات وضاحت طلب ہیں:

1۔۔ سید کی عزت اس کی ذات کی وجہ سے ہے، یا عزت اور احترام کا معیار تقویٰ ہے، جس میں ساری امت برابر ہے؟

2۔۔ حدیث: "من بطأبه عمله لم يسرع به نسبه" کی تطبیق سادات قبیلہ سے کس طرح ممکن ہے؟

3۔۔ دور حاضر میں اکثر لوگ اپنے ساتھ آغا، اور سید لکھتے ہیں۔ سادات قبیلہ کی پہچان کا شرعی معیار کیا ہے؟ گواہ، شہرت یا شجرہ نسب اور یا اس کے علاوہ کوئی اور پہچان ہے۔

4۔۔ کیا سادات غیر سادات کے کفو ہیں؟ یعنی سید خاتون کا دیگر اقوام میں کسی فرد کے ساتھ نکاح کرنے پر اولیاء کو صرف اس بنیاد پر اعتراض کا حق حاصل ہے، کہ یہ فرد ہمارا کفو نہیں ہے؟

5۔۔ کسی بزرگ (خاص کر سادات) کے لیے بطور احترام کھڑا ہونا، ان کے لیے نشست خالی کرنا اور یا ان کو شادی بیاہ میں خصوصی طور بلانا از روئے شرع کیسا ہے؟ اور ایسا نہ کرنے کی صورت بھی شرعی حکم واضح ہو۔

6۔۔ سید قوم کے غریب افراد (جو مستحق زکاۃ ہوں اور یا کوئی سید سخت موذی امراض کا شکار ہو) کو زکاۃ دینا کیسا ہے؟ اور دینے کی صورت میں ان سے واپس لی جائے گی؟ نیز اس کے خرچ کرنے پر زکاۃ دہندہ کی زکاۃ کا کیا حکم ہے؟ نیز سادات کمیونیٹی میں رفاعی کاموں کے لیے ٹرسٹ بنے ہوتے ہیں، ان میں سادات یا غیر سادات کی طرف سے زکاۃ کی رقم جمع کرنا اور سادات پر خرچ کرنا کیسا ہے؟

7۔۔ مدارس میں سادات کمیونیٹی سے تعلق رکھنے والے علماء اور طلبہ پر زکاۃ کی تملیک شدہ پیسوں میں سے کھانے اور دیگر مدات میں خرچ کیا جاتا ہے، اس کا شرعی حل مطلوب ہے۔ نیز اس میں امیر اور غریب کا فرق بھی واضح ہو۔

الجواب حامداو مصليا

**1۔2سادات کی عزت نسب کی وجہ سے کرنااور مسئولہ حدیث سے تطبیق:**

اسلام نے انسان اور انسان کے درمیان کسی مادی اور حسی فرق کو تسلیم نہیں کیاہے۔ قرآن کا اعلان ہے کہ سب انسان ایک ہی اصل سے ہیں:

"خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَاءً۔" (النساء)

"خدانے تم کو ایک ہی جان سے پیدا کیا۔ پھر اس سے اس کا جوڑا پیدا کیا، اور ان دونوں سے بہت سے مردوں اور عورتوں کو دُنیا میں پھیلادیا"۔

"وهوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ۔" (الانعام)

"اور وہی ہے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا پھر ہر ایک کا ایک ٹھکانا ہے اور ایک جگہ اس کے سپردِ خاک ہونے کی ہے"۔

قرآن نے نسل اور خاندان کے اختلاف کی بھی یہ حقیقت بتادی کہ:

"يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَاۗىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ۭ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ۔"(الحجرات)

"اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تم کو گروہ اور قبائل بنادیا تاکہ تم آپس میں تعارف کرو۔ مگر درحقیقت معزز تو تم میں وہی ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے"۔

اَحادیثِ طیبہ میں بھی بکثرت ایسے مضامین وارد ہوئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ قبولیت عند اللہ کا اَصل معیار نسبی شرافت پر نہیں ہے، بلکہ تقویٰ اور پرہیز گاری پر ہے، تاہم اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے بعض قوموں اور خاندانوں میں صفاتِ حمیدہ اور خصائل محمودہ کی فطری توفیق اور صلاحیت رکھی ہے، جن میں سب سے ممتاز مرتبہ سادات بنی فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"فاطمة بضعة مني يقبضني ما يقبضها ويبسطني ما يبسطها وإن الأنساب كلها تنقطع يوم القيامة غير نسبي وسببي وصهري۔"

**(المسند للإمام أحمد، روح المعاني ۲۶/۱۶۴)**

یعنی (سیدہ) فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) میرے بدن کا ٹکڑا ہے، جس چیز سے اسے ناگواری ہو اس سے مجھے بھی ناگواری ہوتی ہے، اور جس چیز سے اسے خوشی ہو اس سے مجھے بھی خوشی ہوتی ہے، اور قیامت کے دن سارے رشتے منقطع ہوجائیں گے، مگر میرا رشتہ، تعلق اور دامادی اس دن بھی کام آئے گا) اللہ کرے، کہ سادات کو یہ نسب دنیا اور آخرت دونوں جگہ کام آئے۔

## صحابۂ کرام کا حضرت عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی تعظیم و توقیر کرنا:

صحابۂ کرام علیہمُ الرِّضوان حضرت سیّدُنا عباس رضی اللہ عنہ کی تعظیم و توقیر بجالاتے، آپ کے لئے کھڑے ہو جاتے، آپ کے ہاتھ پاؤں کا بوسہ لیتے، مُشاوَرت کرتے اور آپ کی رائے کو ترجیح دیتے تھے

**(تہذیب الاسماء، المجلد الاول، تاریخ ابنِ عساکر، المجلد السادس والعشرون)**

حضرت سیّدُنا عباس رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت میں تشریف لاتے تو حضرت سیّدُنا ابو بکر صِدّیق رضی اللہ عنہ بطورِ اِحترام آپ کے لئے اپنی جگہ چھوڑ کر کھڑے ہو جاتے تھے۔

**(المعجم الکبیر:10/285،رقم:10675)**

ایک دفعہ حضرت سیّدُنا ابو بکر صِدّیق رضی اللہ عنہ کے سامنے اہلِ بیت کا ذِکر ہوا تو آپ نے فرمایا:اُس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قُدرت میں میری جان ہے! رسولِ پاک صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے قَرابَت داروں کے ساتھ حُسنِ سُلوک کرنا مجھے اپنے قَرابَت داروں سے صِلۂ رحمی کرنے سے زیادہ محبوب وپسندیدہ ہے۔

**(بخاری شریف،الرقم: 3712)**

ایک بار حضرت سیّدُنا صِدّیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:رسولِ اکرم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے احترام کے پیشِ نظر اہلِ بیت کا احترام کرو

**(بخاری شریف،حدیث:3713)**

ایک دفعہ حضرت سیّدُنا ابو بکر صِدّیق رضی اللہ عنہ نے ہمیں عَصر کی نَماز پڑھائی، پھر آپ اور حضرت علیُّ الْمُرتضٰی کَرَّمَ اللہ وجہَہُ الکریم کھڑے ہو کر چل دیئے، راستے میں حضرت حَسن کو بچّوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے دیکھا تو حضرت سیّدُنا صِدّیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے کندھے پر اُٹھالیا اور فرمایا:میرے ماں باپ قربان! حُضورِ اکرم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے ہم شکل ہو، حضرت علی کے نہیں۔ اس وقت حضرت علیُّ الْمُرتضٰی کَرَّمَ اللہ وجہَہُ الکریم مُسکرا رہے تھے

**(سنن الکبریٰ للنسائی:5/48،رقم:8161)**

ایک بار حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت سیّدَتُنا فاطمۃُ الزّہراء رضی اللہ عنہا کے ہاں گئے تو فرمایا:اے فاطمہ! اللہ کی قسم! آپ سے بڑھ کر میں نے کسی کو حُضورِ اکرم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا محبوب نہیں دیکھا اور خدا کی قسم! آپ کے والدِ گرامی کے بعد لوگوں میں سے کوئی بھی مجھے آپ سے بڑھ کر عزیز وپیارا نہیں

**(المستدرک:4/139،رقم:4789)**

جب حضرت سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے وظائف مقرر فرمائے تو حضراتِ حَسَنَین کَرِیمَین کے لئے رسولِ پاک صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی قَرابَت داری کی وجہ سے اُن کے والد حضرت علیُّ الْمُرتَضیٰ کَرَّمَ اللہ وجہَہُ الکریم کے برابر حصّہ مقرر کیا، دونوں کے لئے پانچ پانچ ہزار دِرہم وظیفہ رکھا۔

**(سیر اعلام النبلاء:3/259)**

حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں جب بھی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھتا ہوں تو فَرطِ مَحبّت میں میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔

**(مسند امام احمد:3/632)**

ابو مہزم رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ہم ایک جنازے میں تھے تو کیا دیکھا کہ حضرت سیّدُنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اپنے کپڑوں سے حضرت امام حُسین رضی اللہ عنہ کے پاؤں سے مٹی صاف کر رہے تھے۔

**(سیر اعلام النبلاء:4/407)**

اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی سے نکاح کرنا، کہ قیامت بجز رشتہ داری کے سارے رشتے ختم ہو جاتے ہیں۔

ضرت ام کلثوم جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہونے والی بیٹی ہیں, یعنی رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کی بیٹی (نواسی) ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی قرابت حاصل کرنے کے لیے اپنے زمانہ خلافت میں سن ۱۷ھ میں ان کا رشتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مانگا تو حضرت علی رضی اللہ نے بخوشی ان کو یہ رشتہ دے دیا۔

سير أعلام النبلاء (4/ 479):

"أمّ كلثوم بنت علي بن أبي طالب بن عبد الملطب بن هاشم، الهاشمية، شقيقة الحسن والحسين، ولدت في حدود سنة ست من الهجرة، ورأت النبي ﷺ، ولم ترو عنه شيئًا.
خطبها عمر بن الخطاب وهي صغيرة، فقيل له: ما تريد إليها؟ قال: إني سمعت رسول الله ﷺ يقول: "كل سبب ونسب منقطع يوم القيامة إلا سببي ونسبي."
وروى عبد الله بن زيد بن أسلم، عن أبيه، عن جده: أنّ عمر تزوجها، فأصدقها أربعين ألفًا.قال أبو عمر بن عبد البر: قال عمر لعليّ: زوجنيها أبا حسن، فإني أرصد من كرامتها ما لايرصد أحد. قال: فأنا أبعثها إليك، فإن رضيتها فقد زوجتكها، يعتل بصغرها، قال: فبعثها إليه ببرد، وقال لها: قولي له: هذا البرد الذي قلت لك. فقالت له ذلك، فقال: قولي له: قد رضيت، رضي الله عنك ... وروى نحوها ابن عيينة، عن عمرو بن دينار، عن محمّد بن علي، مرسلاً. ونقل الزهري، وغيره: أنّها ولدت لعمر زيدًا، وقيل: ولدت له رقية."

**حضرت جنید بغدادیؒ سادات کے احترام کی وجہ سے ولی بنے:**

اسی طرح حضرت جنید بغدادیؒ کا دوران کشتی صرف سید ہونے کی وجہ سے اپنے محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتہ کا لاج رکھنے سے وہ اولیاء کرام کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے، تاریخ حضرت جنید بغدادیؒ ایک عام شخص کی صورت میں پیش کرتی ہے، وہ ایک پہلوان تھا، جو دارشاہی کی طرف سے بڑے مقابلوں میں حصہ لیتا تھا، ایک دفعہ اس کے مقابل میں ایک غریب بوڑھا مگر سید آیا، مقابلہ شروع ہونے سے قبل غریب نے ایک ہی بات کہی: کہ میں سید ہوں، غریب ہوں، تمہاری طاقت اور عزت مسلم ہے، البتہ میری سیادت اور غربت کا لاج رکھنا، یوں مقابلہ میں حضرت جنیدؒ نے دو دفعہ اپنے آپ کو گرایا، دربارشاہی سے تمغہ امتیاز سے غریب بوڑھے مگر سید کو نوازا گیا، رات کو خواب میں آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی اور انہیں فرمایا گیا: کہ اللہ پاک تیری ایسی عزت کرے، جیسا کہ تونے میرے آل کی عزت کی۔ (مفہوم) یوں اب وہ جنید بغدادیؒ کے نام سے جانا جاتا ہے، جو نہ صرف جنیدؒ ہے، بلکہ اہم ولایت کے مقام پر فائز بھی ہے۔

**حدیث مذکور سے تطبیق:**

"عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أبطأ به عمله لم يسرع به نسبه۔"

**(سنن أبي داود ۲/۵۱۳ رقم: ۳۶۴۳ دار الفكر بيروت)**

یعنی جس کا عمل اسے پیچھے کردے اس کا نسب اسے آگے نہیں بڑھا سکتا۔

صحیح مسلم میں ہے:

"عن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ ومن بطأ به عمله، لم يسرع به نسبه۔"

**(كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن وعلى الذكر)**

یہ شرافت نسبی اس وقت آخرت میں نافع اور دنیا میں مستحق تکریم زائد و تعظیم فائق ہے جبکہ شریعت کے مقتضیات کے مطابق سید عمل کرتا ہو اور اس کے موجبات کا لحاظ کر کے شریعت کا متبع ہو اور اگر سید شریعت کا مطیع نہ ہو بلکہ فاسق، فاجر اور بد کردار ہو اور شرافت نسبی کا لحاظ کیے بغیر سرِعام احکام خداوندی سے بغاوت کرتا ہو تو اس کے لیے صرف شرافت نسبی کافی نہیں، گویا کہ اس نے شرافت نسبی کو خود ختم کر دیا اور ( انه ليس من اهلک) کا مصداق بنا۔

"يعنى من كان عمله سيئابحيث يجعله بطيئا فى الوصول الىٰ منازل المتقين،لايكفى شرف نسبه لازالة هذالبطء،وللاسراع الى الجنة،فينبغى للمرء ان لايتكل علىٰ شرف نسبه،وفضيلة آبائه،بل يجب ان يهتم بالاعمال الحسنة۔"

**(تكملة فتح الملهم، باب فضل الاجتماع علىٰ تلاوة القرآن، وعلى الذكر: 5/285، ط: دار العلوم كراچی)**

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ نے مجموعہ رسائل کے ص:876 پر لکھا ہے:

"فكيف يظن احد من ذوى النسب انتهک حرمات الله ولم يراع ما عليه وجب ان يبقى له حرمة و مقام عنده عليه الصلوة والسلام ايزعم الغبى انه اعظم حرمة من الله عند نبيه ،كلا والله بل قلبه مغمورفى لجج الغفلة و ساه فمن اعتقدذالک يخشى عليه سوءالخاتمة والعياذ بالله۔"

**خلاصہ کلام:**

گناہ گار سید کا احترام سادات کی وجہ سے کرنا چاہیے، سابقہ عبارتوں میں وضاحت کے ساتھ ذکر ہوا، کہ سادات کا احترام ہے اور یہ احترام قدرتی ہے، جیساکہ جمعہ کی فضیلت اور یا لیلۃ القدر وغیرہ کی فضلیت۔ نیز اگرچہ وہ فاسق ہو، مگر پھر بھی دوسروں کے لیے اس کا احترام سادات ہونے کے ناطے ثواب اور ترقی کا پیش خیمہ ہے۔ اب اگر وہ تقوی بھی اختیار کرے، تو اجتہاد تقوی کی وجہ سے دوگنی فضیلت حاصل ہوئی اور تقوی کے بغیر بھی آخرت میں سادات کا رشتہ برقرار ہے، جو شفاعت کا ذریعہ ہو سکتا ہے۔ ایسی صورت میں فاسق سید سے نفرت اس کے فسق کی وجہ سے کرنی چاہیے، اس کے نسب اور عالی رشتہ کا احترام دل میں ہونا چاہیے۔

**لہذا:** متقی سید غیر سید متقی سے افضل ہے، فاسق سید غیر سید فاسق سے افضل ہے، سید متقی غیر سید فاسق سے افضل ہے اور سید فاسق سے غیر سید متقی افضل ہے۔

**حرمت زکاۃ ہر بنو ہاشم کے لیے نہیں ہے:**

واضح رہے:

بنو ہاشم میں صرف- آل علی رضی اللہ عنہ و آل جعفر رضی اللہ عنہ و آل عقیل رضی اللہ عنہ و آل عباس رضی اللہ عنہ و آل حارث رضی اللہ عنہ ہی پر زکوۃ اور صدقات واجبہ حرام کیے گئے باوجود یہ کہ بنو ہاشم اور بھی بہت ہیں لیکن ان کو حضور ﷺ کی مخالفت کی وجہ سے آپ کی قرابت سے الگ کر دیا گیا ہے، حتی کہ ابو لہب کی وہ اولاد جو بعد میں مسلمان ہوئی ان پر صدقات حرام نہیں کیے گئے۔

علامہ شامی نے رد المحتار میں لکھا ہے کہ:

"وبه علم أن إطلاق بني هاشم مما لا ينبغي إذ لا تحرم عليهم كلهم بل على بعضهم ولهذا قال في الحواشي السعدية: إن آل أبي لهب ينسبون أيضا إلى هاشم وتحل لهم الصدقة. اهـ.وأجاب في النهر بقوله وأقول قال في النافع بعد ذكر بني هاشم إلا من أبطل النص قرابته يعني به قوله - ﷺ - «لا قرابة بيني وبين أبي لهب فإنه آثر علينا الأفجرين» وهذا صريح في انقطاع نسبته عن هاشم، وبه ظهر أن في اقتصار المصنف على بني هاشم كفاية، فإن من أسلم من أولاد أبي لهب غير داخل لعدم قرابته وهذا حسن جدا۔"

**(کتاب الزکاۃ، باب المصرف، ج:2، ص:350، سعید)**

### 3۔۔"سید"کا اطلاق:

**لغت میں سید کا معنی و مفہوم:** سید کا مطلب ہے پالنے والا، مالک، صاحب شرف، صاحب فضیلت، کریم، بردبار، قوم کی تکلیف برداشت کرنے والا، خاوند، رئیس سب سے آگے رہنے والا۔(علامہ ابن منظور، لسان العرب، بیروت)

جب کہ قرآن وسنت کی رو سے سید کا استعمال ہر کسی کے ساتھ کیا جاسکتا ہے۔

قرآن میں سید کا استعمال: سیدنا یحیٰی علیہ السلام کے لیے فرمایا :(سَيِّدًا وَحَصُورًا وَنَبِيًّا مِنَ الصَّالِحِينَ)

زلیخا کے شوہر کے لیے فرمایا:(وَأَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَى الْبَابِ )

کتب احادیث میں سید کا استعمال: آپ علیہ السلام کا اپنی ذات مبارک لیے سید کا استعمال کرنا ":أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ "

**(بخاری، مسلم، ترمذی باختلاف یسیر)**

آپ علیہ السلام کا سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی ذات کے لیے سید کا استعمال کرنا:" ابنی هٰذَا سيِّدٌ "

**(بخاری، باب مناقب حسن رضی اللہ عنہ)**

آپ علیہ السلام کا سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے لیے سید کا استعمال فرمانا:" سيِّدُ الشُّهداءِ حمزةُ بنُ عبدِ المطَّلبِ"

**(رواہ الطبرانی والحاکم وابن حبان والدیلمی والھیثمی باختلاف یسیر)**

آپ علیہ السلام کا سردارِ انصار کے لیے سید کا استعمال فرمانا؛"قوموا إلى سيدِكم"، اپنے سردار کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔

**(بخاری و مسلم)**

اسی طرح کئی احادیث میں سید کا استعمال مختلف اشخاص اور اشیاء کے لیے ہوا ہے جیسے جمعہ مبارک کو سید الایام اور دعاء مخصوص کو سید الاستغفار فرمایا، اسی طرح گوشت کو سید الطعام اور آدمی کو اہل و عیال کا سید اور عورت کو گھر کی سیدہ فرمایا۔

**لیکن** موجودعرف میں نام کی ابتدا میں یہ لفظ نسب کو بتانے کے لیے استعمال ہوتا ہے،"سید"کا اطلاق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد یعنی حضراتِ حسنین رضی اللہ عنہما کی اولاد پر ہوتا ہے۔

بنایہ شرح ہدایہ میں ہے:

"أن مقتضى اللفظ قد يترك به بدلالة العرف."

**(البنایۃ شرح الھدایۃ، جلد10، صفحہ 58، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)**

الحاوی للفتاویٰ میں ہے:

"إن اسم الشريف كان يطلق في الصدر الأول على كل من كان من أهل البيت سواء كان حسنيا أم حسينيا أم علويا، من ذرية محمد بن الحنفية وغيره من أولاد علي بن أبي طالب، أم جعفريا أم عقيليا أم عباسيا، ولهذا تجد تاريخ الحافظ الذهبي مشحونا في التراجم بذلك يقول: الشريف العباسي،

الشريف العقيلي، الشريف الجعفري، الشريف الزينبي، فلما ولي الخلفاء الفاطميون بمصر قصروا اسم الشريف على ذرية الحسن والحسين فقط، فاستمر ذلك بمصر إلى الآن، وقال الحافظ ابن حجر في كتاب الألقاب: الشريف ببغداد لقب لكل عباسي، وبمصر لقب لكل علوي انتهى.
ولا شك أن المصطلح القديم أولى وهو إطلاقه على كل علوي وجعفري وعقيلي وعباسي كما صنعه الذهبي وكما أشار إليه الماوردي من أصحابنا، والقاضي أبو يعلى بن الفراء من الحنابلة كلاهما في الأحكام السلطانية، ونحوه قول ابن مالك في الألفية: وآله المستكملين الشرفا، فلا ريب في أنه يطلق على ذرية زينب المذكورين أشراف، وكم أطلق الذهبي في تاريخه في كثير من التراجم قوله: الشريف الزينبي، وقد يقال: يطلق على مصطلح أهل مصر: الشرف أنواع عام لجميع أهل البيت، وخاص بالذرية، فيدخل فيه الزينبية وأخص منه شرف النسبة، وهو مختص بذرية الحسن والحسين".

**(کتاب الأدب والرقائق: ج2، ص39، ط: دار الفکر)**

کفایت المفتی میں ہے:

"سوال: بنو فاطمہ کے علاوہ بنو ہاشم بھی سید ہے یا نہیں؟

جواب: بنو فاطمہ کے علاوہ بھی دوسرے ہاشمی بھی لغۃً احتراماً سید ہے اور حرمت صدقہ کے حکم میں شامل ہے مگر اصطلاحاً سید کا لفظ صرف بنو فاطمہ کے لیے خاص کیا گیا ہے۔"

**(کفایت المفتی، کتاب العقائد، ج:1، ص:264 ط: دارالاشاعت)**

## کیا دنیا میں سادات کا نسب نامہ موجود ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل آپ کی صاحب زادی حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور نواسوں حضرت سیدنا حسن اور سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہما سے چلی ہے اور اِسی اعتبار سے اُن کی اَولاد کو سادات کہا جاتا ہے، اور یہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیت ہے کہ اُن کے صاحب زادگان حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کا انتساب والد محترم حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ ساتھ اُن کے نانا جان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی کیا جاتا ہے؛ کیوں کہ خود پیغمبر حضرت عباس، حضرت علی، حضرت جعفر، حضرت عقیل، حضرت حارث بن عبد المطلب-رضی اللہ عنہم-ساداتِ بنوہاشم سے یہ اور ان کی اولادیں مرادہیں۔

**نوٹ:** بنوہاشم کے کچھ دیگر خانوادے بھی ہیں، البتہ حرمتِ صدقہ کا حکم صرف مذکورہ بالا حضرات اور ان کی اولاد کے ساتھ ہی مختص ہے۔

**سید کے نسب نامہ کے لیے شہرت بھی کافی ہے:**

سید ہونے کے لئے نسب میں شہرت کافی ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ سید نہ ہونے پر کوئی واضح ثبوت موجود نہ ہو، لہذا اگر کسی خاندان کے لوگ آباؤاجداد سے سید مشہور ہیں، تو سید ہونے کے لیے اتنی شہرت کافی ہے، اگرچہ ان کے پاس نسب نامہ موجود نہ ہو۔

**فتح القدیر للکمال ابن الھمام میں ہے:**

"قال: ولايجوز للشاهد أن يشهد بشيء لم يعاينه إلا النسب).....قوله: ولا يجوز للشاهد أن يشهد بشيء لم يعاينه) أي لم يقطع به من جهة المعاينة بالعين أو السماع إلا في النسب والموت والنكاح والدخول وولاية القاضي فإنه يسعه أن يشهد بهذه الأمور إذا أخبره بها من يثق به من رجلين عدلين أو رجل وامرأتين، ... وفي الفصول عن شهادات المحيط: في النسب أن يسمع أنه فلان بن فلان من جماعة لايتصور تواطؤهم على الكذب عند أبي حنيفة، وعندهما إذا أخبره عدلان أنه ابن فلان تحل الشهادة، وأبو بكر الإسكاف كان يفتي بقولهما، وهو اختيار النسفي".

**(3/388، دار الفکر)**

**4۔۔سیدہ خاتون غیر سید کی کفو نہیں ہے:**

اگر کوئی سادات قبیلے سے تعلق رکھنے والی خاتون غیر سید قوم میں شادی کرے، تو اولیاء کو کفاءت (برابری) نہ ہونے کی وجہ سے اعتراض کا حق حاصل ہے۔

**فتاوی عالمگیریہ میں ہے:**

"فإذا تزوجت المرأة رجلا خيرا منها؛ فليس للولي أن يفرق بينهما فإن الولي لا يتعير بأن يكون تحت الرجل من لا يكافئوه".

**(کتاب النکاح الباب الخامس (1/290) ط مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ)**

**فتاوی ہندیہ میں ہے:**

"الكفاءة معتبرة في الرجال للنساء للزوم النكاح، ولا تعتبر في جانب النساء للرجال، كذا في البدائع".

**( کتاب النکاح الباب الخامس(1/290) ط مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ)**

**در مختار مع رد المحتار میں ہے:**

"الكفاءة معتبرة من جانبه لا تعتبر :تعليل للمفهوم، وهو أن الشريف لا يأبى أن يكون مستفرشا للدنيئة (من جانبها) لأن الزوج مستفرش فلا تغيظه دناءة الفراش وهذا عند الكل في الصحيح".

**(شامی کتاب النکاح باب الکفاءۃ(3/84) ط ایچ ایم سعید)**

**فتاوی محمودیہ میں ہے:**

"سید اگر کسی گوجر کی لڑکی سے نکاح کرلے تو کفاءت کی وجہ سے اس نکاح کو ناجائز نہیں کہا جائے گا، ہاں ! سید کی لڑکی اگر بغیر ولی کی اجازت کے کسی گوجر وغیرہ سے نکاح کرلے تو اس کو ناجائز کہا جائے گا، کفاءت کی رعایت لڑکی کے حق میں ہے، یہ شریعت کا مسئلہ ہے فقہ کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔فقط واللہ اعلم".

**(کتاب النکاح باب الکفاءۃ(11/625)**

**5۔۔کسی بزرگ اور خاص کر سید کے احترام کے لیے کھڑا ہونا:**

کسی کے لیے کھڑے ہونے کی مختلف صورتیں ہیں:

**ممنوع:** جو شخص تکبر کی بنا پر اور اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہوئے یہ پسند کرتا ہو کہ جب وہ آئے تو لوگ اس کے لیے کھڑے ہو جائیں، یہ ناجائز ہے۔

**مکروہ:** جس شخص کے دل میں تکبر نہ ہو اور نہ وہ اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہو، کہ اس کے لیے لوگ کھڑے ہوں، لیکن کھڑا ہونے والا یہ سمجھتا ہے کہ اگر وہ کھڑا نہیں ہوا تو کچھ نقصان ہو سکتا ہے، یہ قیام ناپسندیدہ ہے۔

**جائز:** نیکی اور اعزاز واکرام کی غرض سے کسی کے لیے کھڑا ہونا جب کہ اُس کی طرف سے کھڑے ہونے کی کوئی خواہش نہیں۔ یہ جائز ہے۔

**مستحب:** کوئی سفر سے آیا تو مارے خوشی کے سلام ومصافحہ کے لیے کھڑے ہو جانا، یا کسی کو کوئی نعمت ہاتھ آگئی، اس کو مبارک باد دینے کے لیے کھڑے ہونا یا کوئی مصیبت آن پڑی تو تسلی ودلاسہ دینے کے لیے کھڑے ہو جانا پسندیدہ ہے۔

**مستحب قیام کی قسمیں:**

<u>قیام محبت:</u>

حدیث میں ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لاتیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی آمد پر کھڑے ہو جاتے تھے، ان کا ہاتھ پکڑ کر چومتے تھے اور ان کو اپنی جگہ بٹھاتے تھے، اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے جاتے تو وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر کھڑی ہو جاتیں، آپ کا دست مبارک پکڑ کر چومتیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی جگہ بٹھاتیں۔ **(مشکوٰۃ ص ۴۰۲)** یہ قیام، قیامِ محبت تھا۔

<u>قیام اکرام:</u>

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضراتِ انصار رضی اللہ عنہم سے فرمایا تھا:

"قوموا الٰی سیّدکم! متفق علیہ" (مشکوٰۃ ص:۴،۳)

یہ قیامِ اِکرام کے لئے تھا۔

قیام تعظیم واجلال:

ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں ہمارے ساتھ بیٹھے ہم سے گفتگو فرماتے تھے، پھر جب آپ کھڑے ہوجاتے تو ہم بھی کھڑے ہوجاتے اور اس وقت تک کھڑے رہتے جب تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ازواجِ مطہرات ؓ میں سے کسی کے دولت کدے میں داخل نہ ہوجاتے۔ (مشکوٰۃ:ص 403)

**خلاصہ کلام:** اگر قیام سے مقصود تعظیم و اِجلال یا محبت و اِکرام ہو تو مستحب ہے، مگر جس کے لئے کھڑا ہونا ہو، اس کے دِل میں یہ خواہش نہیں ہونی چاہئے کہ لوگ کھڑے ہوں۔ حدیث میں اس کی شدید مذمت آئی ہے، چنانچہ ارشاد ہے: "جس شخص کو اس بات سے مسرّت ہو کہ لوگ اس کے لئے سیدھے کھڑے ہوا کریں، اسے چاہئے کہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنائے۔"

(مشکوٰۃ جلد دوم، بروایت ترمذی وابوداؤد)

سنن ترمذی (1083/3) میں ہے:

عن أبي مجلز، قال: خرج معاوية، فقام عبد الله بن الزبير وابن صفوان حين رأوه. فقال: اجلسا، سمعت رسول الله ﷺ يقول: «من سره أن يتمثل له الرجال قياما فليتبوأ مقعده من النار» وفي الباب عن أبي أمامة: «هذا حديث حسن» حدثنا هناد قال: حدثنا أبو أسامة، عن حبيب بن الشهيد، عن أبي مجلز، عن معاوية، عن النبي ﷺ مثله

عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری (251/22) میں ہے:

"وعن أبي الوليد بن رشد: أن القيام على أربعة أوجه: الأول: محظور، وهو أن يقع لمن يريد أن يقام إليه تكبرا وتعاظما على القائمين إليه. والثاني: مكروه وهو أن يقع لمن لا يتكبر ولا يتعاظم على القائمين، ولكن يخشى أن يدخل نفسه بسبب ذلك ما يحذر، ولما فيه من التشبه بالجبابرة والثالث: جائز وهو أن يقع على سبيل البر والإكرام لمن لا يريد ذلك، ويؤمن معه التشبه بالجبابرة .والرابع: مندوب وهو أن يقوم لمن قدم من سفر فرحا بقدومه ليسلم عليه أو إلى من تجددت له نعمة فيهنيه بحصولها. أو مصيبة فيعزيه بسببها۔"

بذل المجہود (602/13) میں ہے:

والصحيح أن احترام أهل الفضل من أهل العلم والصلاح والشرف بالقيام جائز، وفي "مطالب المؤمنين": لا يكره قيام الجالس لمن دخل تعظيما، والقيام ليس مكروها لعينه، وإنما المكروه محبة القيام لمن الذي يقام له، وما جاء من كراهته – ﷺ – قيام الصحابة له فهو من جهة الاتحاد الموجب لرفع التكلف لا للنهي.

وقال النووي:القيام للقادم من أهل الفضل مستحب، وقد جاءت فيه أحاديث، ولم يصح في النهي عنه شيء تصريحا، فعلم أن القيام المذكور مما تكلم فيه العلماء ليس كما يقال: إنه بدعة لم يكن في زمنه – ﷺ -، نعم لم يكن متعارفا فيه كما في هذا الزمان، بل كانوا غير متكلفين في أحد الجانبين، بل الظاهر أن الغالب عدم القيام، وأما إنه بدعة مطلقا فكلا، انتهى ملخصا

لمعات التنقیح فی شرح مشکاۃ المصابیح(55/8)میں ہے:

"والصحيح أن احترام أهل الفضل من أهل العلم والصلاح والشرف بالقيام جائز، وفي (مطالب المؤمنين): لا يكره قيام الجالس من دخل عليه تعظيمًا، والقيام ليس بمكروه لعينه، وإنما المكروه محبة القيام من الذي يقام له؛ فإن لم يحب القيام وقام لا يكره، كذا في (القنية)، وسيجيء في الحديث: (من سره أن يتمثل له الرجال قيامًا فليتبوأ مقعده من النار)، قالوا: هذا إذا طلب من أحد، أما لو لم يطلب ولم يتوقع أن يقوم له أحد ووقف أحد من تلقاء نفسه طلبًا للثواب فلم يكن عليه بأس، ويستحب للرجل أن يكرم أهل الفضل من غير إفراط."

حاشیہ ابن عابدین(633/9)میں ہے:

"وفي الوهبانية: يجوز بل يندب القيام تعظيما للقادم كما يجوز القيام، ولو للقارئ بين يدي العالم

قوله (يجوز بل يندب القيام تعظيما للقادم إلخ) أي إن كان ممن يستحق التعظيم قال في القنية: قيام الجالس في المسجد لمن دخل عليه تعظيما، وقيام قارئ القرآن لمن يجيء تعظيما لا يكره إذا كان ممن يستحق التعظيم، وفي مشكل الآثار القيام لغيره ليس بمكروه لعينه إنما المكروه محبة القيام لمن يقام له، فإن قام لمن لا يقام له لا يكره. قال ابن وهبان أقول: وفي عصرنا ينبغي أن يستحب ذلك أي القيام لما يورث تركه من الحقد والبغضاء والعداوة لا سيما إذا كان في مكان اعتيد فيه القيام، وما ورد من التوعد عليه في حق من يحب القيام بين يديه كما يفعله الترك والأعاجم."

خوشی اور شادی بیاہ کے موقع پر بزرگ شخصیات کو بلانا باعث ثواب اور برکت ہے، تاہم نہ بلانے پر گناہ نہیں ملتا ہے۔

**6۔۔سادات کو زکاۃ دینا:**

سادات کو زکاۃ دینے کے متعلق چند باتیں ذہین نشین کرنا ضروری ہے:

1۔ سادات کو زکاۃ نہ دینے کی علت کیا ہے؟

2۔ کیا دور حاضر میں اس علت کا فقدان ہے؟

3۔ علت منصوصہ اور قیاس(غیر منصوصہ علت) میں تعارض کے وقت ترجیح کس کو ہوگی؟

4۔ ظاہر الروایہ پر فتویٰ کی کیا حیثیت ہے؟

5۔جواز کے قائلین کی روایت پر تبصرہ۔

**بلا تمہید عدم جواز کی ترجیحات:**

سید کو زکاۃ دینا اس لیے ناجائز ہے، کہ:

- یہ قول ظاہرِ مذہب اور ظاہر الروایہ کے خلاف ہے۔
- یہ (سید کو زکاۃ دینا) قیاس ہے جو کہ نص روایت بخاری:"نحن أهل البيت، لاتحل لنا الصدقة۔"(مفہوم) کے معارض ہے، لہٰذا نص کو ترجیح ہو گی۔
- یہ قیاس خود تام نہیں ہے۔ اس لیے کہ حضور اکرم۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ نے حرمت کی علت یہ بیان فرمائی : کہ زکوٰۃ انسانوں کے مال کا " میل کچیل "ہے، یہ نہیں فرمایا: کہ چوں کہ ان کے لیے خمس الخمس مقرر ہے، اس لیے ان کو زکوٰۃ دینا حلال نہیں۔
- علت منصوصہ ("إن الله تعالى حرم عليكم غسالة الناس وأوساخهم") پر غیر منصوصہ علت کو ترجیح نہیں دی جائے گی لہذا میل کچیل والی علت منصوصہ ہے، جو بہر صورت زکاۃ میں موجود ہے۔
- جب " خمس الخمس کا مقرر ہونا" علت ہی نہیں، تو اس کے ختم ہونے زکاۃ کے جائز ہونے کا حکم بھی جاری نہیں ہو گا۔
- ظاہر الروایہ کے خلاف ہے۔
- امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ میں سے کسی کا مذہب نہیں ہے۔
- جن متقدمین ائمہ کی طرف جواز کی نسبت کی گئی ہے، وہ صرف روایت ہیں۔

**والحجة علی ماقلناه:**

"ولا تدفع إلي بنى هاشم؛ لقوله عليه الصلاة والسلام: "يا بني هاشم إن الله تعالى حرم عليكم غسالة الناس وأوساخهم".

**(الهداية، كتاب الزكاة، باب من يجوز دفع الصدقات إليه ومن لايجوز)**

وفي "البحر":

"قوله: (وبني هاشم ومواليهم) أي لا يجوز الدفع لهم لحديث البخاري." نحن أهل البيت لا تحل لنا الصدقة" ولحديث أبي داؤد: مولى القوم من أنفسهم وإنا لاتحل لنا الصدقة".

**(البحر الرائق، كتاب الزكاة، باب المصرف:۲/۴۲۹، ط:رشيدية)**

"والحيلة في الجواز في هذه الأربعة أن يتصدق بمقدار زكاته على فقير ثم يأمره بعد ذلك بالصرف إلى هذه الوجوه، فيكون لصاحب المال ثواب الزكاة وللفقير ثواب هذه القرب".

(البحر الرائق، کتاب الزکاۃ، باب المصرف:۲/ ۴۲۴، ط: رشیدیۃ)

وفي "الدر":

"ثم ظاهر المذهب إطلاق المنع."وفي الرد:يعنى سواء في ذلک كل الأزمان وسواء في ذلک دفع بعضهم لبعض ودفع غيرهم لهم."

(الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف:۲/ ۳۵۰، ط: سعید)

قلت ولا تفتر بما يذكروا من جوازها لهم لسقوط عوضها وهو الخمس؛ لأنه قياس في مقابلة النص أولا ثم هذا القياس نفسه لا يتم؛ لأنه عليه السلام علل حرمتها بكونها أو ساخ الناس لا بتعويض الخمس ههنا وإنما هي حكمة مستقلة في مشروعية حكم الخمس فلما لم يكن علة لم يلزم من ارتفاع الخمس ارتفاع حرمة الزكاة فتأمل حق التأمل.

(إمداد الفتاوی:۲/ ۲۸، دار العلوم، کراتشی)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "الصدقة على المسكين صدقة، وهي على ذي الرحم ثنتان: صدقة وصلة".

(سنن الترمذی، أبواب الزکاۃ، الصدقۃ علی ذي قرابۃ:)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:"یہ صدقات (زکاۃ اور صدقاتِ واجبہ) لوگوں کے مالوں کا میل کچیل ہیں، ان کے ذریعہ لوگوں کے نفوس اور اموال پاک ہوتے ہیں اور بلاشبہ یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے اور آلِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے حلال نہیں ہے۔

"إن هذه الصدقات إنما هي أوساخ الناس، وإنها لا تحل لمحمد، ولا لآل محمد۔"

(صحیح مسلم شریف:2/ 754)

" صحیح بخاری" میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول منقول ہے :

"ارقبوا محمداً في أهل بيته."

یعنی رسولِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اہلِ بیت کا لحاظ وخیال کرکے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے حق کی حفاظت کرو۔

اختلاف الأئمۃ العلماء لابن ھبیرۃ میں ہے:

"واتفقوا على أن الصدقة المفروضة حرام على بني هاشم.وهم خمس بطون: آل عباس، وآل علي، وآل جعفر، وولد الحارث بن عبد المطلب،وآل عقيل۔"

**( ۱ / ۲۲۳، ط: دار الكتب العلمية – لبنان)**

## سید کا سید کو زکاۃ دینا :

فتاویٰ کی کتب میں سید کا سید کو زکوۃ دینے کے بارے میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا ایک قول ملتا ہے، لیکن اس پر فتویٰ نہیں ہے، بلکہ احناف کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سید کو زکوۃ دینا جائز نہیں، اور سید کو زکوۃ دینے سے زکوۃ ادا نہیں ہوتی ہے، اور فتوی بھی اسی پر ہے۔ جو علت منصوصہ غیر سید میں تھی، وہی علت یہاں بھی موجود ہے۔ لہٰذا امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول پر عمل کرنا درست نہیں ہے۔

"قوله: (إطلاق المنع إلخ) يعني سواء في ذلك كل الأزمان وسواء في ذلك دفع بعضهم لبعض ودفع غيرهم لهم. وروى أبو عصمة عن الإمام أنه يجوز الدفع إلى بني هاشم في زمانه؛ لأن عوضها وهو خمس الخمس لم يصل إليهم لإهمال الناس أمر الغنائم وإيصالها إلى مستحقيها. وإذا لم يصل إليهم العوض عادوا إلى المعوض كذا في البحر.
وقال في النهر: وجوز أبو يوسف دفع بعضهم إلى بعض وهو رواية عن الإمام، وقول العيني والهاشمي يجوز له أن يدفع زكاته إلى هاشمي مثله عند أبي حنيفة خلافا لأبي يوسف صوابه لا يجزئ ولا يصح حمله على اختيار الرواية السابقة عن الإمام لمن تأمل اهـ ووجهه أنه لو اختار تلك الرواية ما صح قوله خلافا لأبي يوسف لما علمت من أنه موافق لها وفي اختصار الشارح بعض إيهام. اهـ ح "

( كتاب الزكاة، باب مصرف الزكاة والعشر، ٢ / ٣٥٠، ط: دار الفكر )

"رد المحتار علی الدر المختار" میں ہے:

"(و) لا إلى (بني هاشم) إلا من أبطل النص قرابته وهم بنو لهب، فتحل لمن أسلم منهم كما تحل لبني المطلب. ثم ظاهر المذهب إطلاق المنع، وقول العيني والهاشمي: يجوز له دفع زكاته لمثله صوابه لا يجوز نهر.
قوله:( إطلاق المنع إلخ) يعني سواء في ذلك كل الأزمان وسواء في ذلك دفع بعضهم لبعض ودفع غيرهم لهم. وروى أبو عصمة عن الإمام أنه يجوز الدفع إلى بني هاشم في زمانه؛ لأن عوضها وهو خمس الخمس لم يصل إليهم لإهمال الناس أمر الغنائم وإيصالها إلى مستحقيها. وإذا لم يصل إليهم العوض عادوا إلى المعوض كذا في البحر.
وقال في النهر: وجوز أبو يوسف دفع بعضهم إلى بعض وهو رواية عن الإمام، وقول العيني والهاشمي يجوز له أن يدفع زكاته إلى هاشمي مثله عند أبي حنيفة خلافا لأبي يوسف صوابه لا يجزئ ولا يصح حمله على اختيار الرواية السابقة عن الإمام لمن تأمل اهـ ووجهه أنه لو اختار تلك الرواية ما صح قوله خلافا لأبي يوسف لما علمت من أنه موافق لها وفي اختصار الشارح بعض إيهام. اهـ"

**(كتاب الزكاة، باب مصرف الزكاة والعشر: ٢ / ٣٥٠، ط: دار الفكر)**

**سادات کی زکاۃ کے عدم جواز پر اعتراضات:**

1۔ ابو عصمہ امام صاحب کا براہِ راست شاگرد ہے اور امام صاحب نے اپنے شاگردوں پر اعتماد کا اظہار بھی کیا ہے جیسا کہ مناقب ابن بزازی میں ہے۔

2۔ خمس الخمس جن سے بنو ہاشم کے فقراء کی ضروریات پوری ہوتی تھیں اور وہ زکوٰۃ کا عوض ہے وہ نہ ہونے کی صورت میں بنو ہاشم کے فقراء کی حاجت وضرورت کا پیش ہونا اور اسی کو پورا کرنا ضروری ہے اس لیے حکومت دوسرے عطیات وصدقات نافلہ سے ان کی ضروریات پورا کرے، اگر حکومت کوئی ایسا اقدام نہ کرے تو صاحب ثروت لوگوں کو چاہیے کہ ان کی خبر گیری کا کوئی مستقل نظام قائم کریں۔ بصورت دیگر سادات کی ضروریات اس طرح پوری کی جائیں، کہ ان کو زکوٰۃ وصدقات کی رقم کی تملیک کرواکے بطورِ عطیہ دیا جائے۔ اگر بغیر تملیک کے دیا جائے تو کیا حرج ہے؟

3۔ ابو عصمہ سید کو زکاۃ دینے کی روایت میں منفرد بھی نہیں ہے۔

4۔ فقہائے کرام اور محدثین کی ایک جماعت نے بغیر کسی جرح کے اس کے قول کو نقل کیا ہے۔

5۔ امام صاحب سے مطلقاً جواز کے قول کا منقول ہونا ابو عصمہ کے قول کی ندرت کو ختم کرتا ہے۔

6۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے ابو عصمہ کے علاوہ دیگر بعض حضرات کی طرف سے بھی خمس نہ ہونے کی صورت میں جواز تبین الحقائق اور مجمع الانہر میں موجود ہے۔

"وروی ابوعصمۃ عن الامام انہ یجوزالدفع لبنی ہاشم فی زمانہ ؛لان لہم فی عوضہاخمس الخمس،ولم یصل الیہم ،وروی ان الہاشمی یجوز لہ دفع زکاتہ الی ہاشمی مثلہ۔"

**(مجمع الانہر، کتاب الزکاۃ، باب فی بیان احکام المصرف: 321/1، ط: حبیبیہ، کوئٹہ)**

"وعن الامام جوازدفع الہاشمی زکاتہ لمثلہ ،وعنہ الجوازفی زماننامطلقاقال الطحاوی :وبہ ناخذ،واقرہ القہستانی وغیرہ۔"

**(حاشیہ ملتقی الابحر، باب المصرف: 321/1، ط: حبیبیہ، کوئٹہ)**

7۔ امام طحاویؒ کی طرف سے بھی جواز کی نسبت کی گئی ہے۔

8۔ شریعت میں ایسے نظائر موجود ہیں کہ جب وہاں زکوٰۃ کو بوجہ حاجت وضرورت جائز قرار دیا جائے تو بغیر تملیک کے اور سوال تک نوبت آنے سے پہلے ہی جائز قرار دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ صاحب نصاب مسافر کو دوران سفر ضرورت پڑنے پر زکاۃ لینا درست ہے، پھر اگر سفر پورا ہونے کے بعد زکوٰۃ کی کچھ رقم بچ رہی تو باقی ماندہ رقم کو صدقہ کرنا ضروری نہیں، بلکہ فقہائے کرام نے ان لوگوں کو بھی مسافر ہی کے حکم میں رکھا ہے جو اپنے ہی وطن میں موجود ہوں لیکن ان کے مال تک رسائی نہ ہو ۔

**جوابات:**

**مذکورہ بالا سوالات کے جوابات:**

1۔شاگرد ہونے سے یہ لازم نہیں آتا ہے، کہ دیگر معتبر ثقہ راویوں کے مقابل اس کی روایت قبول کی جائے، خصوصاً جبکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے منقول فقہی اقوال کو مرتب کرنے والے اور عرصہ دراز تک شرفِ تلمذ پانے والے حضرت امام محمد رحمہ اللہ کی ظاہر الروایہ میں یہ قول منقول نہ ہو۔

2۔ تبیین الحقائق، مجمع الانہر اور کتاب الآثار کے علاوہ فقہی حنفی کی دیگر مستند کتابوں میں یہ روایت نہیں ملتیں ہیں۔

3۔ متقدمین اور متاخرین میں سے جمہور فقہائے کرام رحمہم اللہ کا ان روایات کو اپنا مذہب نہ بنانا ان کے مرجوح ہونے کی دلیل ہے۔

4۔ایک روایت طحاوی شریف کے حوالے سے نقل کی گئی ہے،جب کہ امام طحاویؒ نے اپنی کتاب شرح معانی الآثار میں اس موضوع پر مختلف روایات اور اقوال جمع کیے ہیں، ان کے اسلوب سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک قول راجح یہ ہے کہ کسی بھی صورت (خمس دیا جائے یا نہ) میں سادات کو زکوۃ دینا جائز نہیں، چنانچہ انہوں نے تحریمِ صدقہ کی روایات کے متواتر ہونے کی تصریح کی ہے اور اسی کو ہمارے ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ کا قول قرار دیا ہے:

شرح معاني الآثار للطحاوی (2/6):

"ثم قد جاءت بعد هذه الآثار عن رسول الله ﷺ متواترة بتحريم الصدقة على بني هاشم۔"

شرح معاني الآثار للطحاوی (2/ 10):

"قال أبو جعفر: فهذه الآثار كلها قد جاءت بتحريم الصدقة على بني هاشم , ولا نعلم شيئا نسخها ولا عارضها إلا ما قد ذكرناه في هذا الباب , مما ليس فيه دليل على مخالفتها -------- فلما حرم على بني هاشم أخذ الصدقات المفروضات , حرم عليهم أخذ الصدقات غير المفروضات. فهذا هو النظر في هذا الباب , وهو قول أبي حنيفة , وأبي يوسف, ومحمد رحمهم الله تعالى۔"

اسی لیے امام طحاوی رحمہ اللہ نے امام ابو حنیفہ سے نقل کی گئی جواز کی روایت کو ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص مجھ سے یہ کہے کہ کیا آپ بنو ہاشم کے غلاموں کے لیے صدقات کو مکروہ (تحریمی) قرار دیتے ہیں؟ تو میں کہوں گا جی ہاں۔

شرح معاني الآثار (2/ 11):

"وذهب في ذلك عندنا إلى أن الصدقات إنما كانت حرمت عليهم من أجل ما جعل لهم في الخمس من سهم ذوي القربى. فلما انقطع ذلك عنهم ورجع إلى غيرهم , بموت رسول الله ﷺ، حل لهم بذلك ما قد كان محرما عليهم من أجل ما قد كان أحل لهم.

وقد حدثني سليمان بن شعيب , عن أبيه , عن محمد، عن أبي يوسف , عن أبي حنيفة رحمهم الله في ذلك , مثل قول أبي يوسف رحمه الله , فبهذا نأخذ. فإن قال قائل: أفتكرهها على مواليهم؟ قلت: نعم , لحديث أبي رافع الذي قد ذكرناه في هذا الباب , وقد قال ذلك أبو يوسف رحمه الله في كتاب الإملاء , وما علمت أحدا من أصحابنا خالفه في ذلك."

5۔جواز کی روایات متقدمین فقہائے کرام رحمہم اللہ کی کتب جیسے ظاہر الراوایہ، المبسوط اور متون میں موجود نہیں، بلکہ اس کے خلاف کی روایات موجود ہیں۔

**6۔ابو عصمہ کی شخصیت جرح وتعدیل کی روشنی میں:**

تھذیب الکمال في أسماء الرجال للمزی:

وقَال البُخارِيُّ : قال ابن المبارك لوكيع: حَدَّثَنَا شيخ يقال له: أَبُو عصمة كان يضع كما يضع المعلى بن هلال.

میزان الاعتدال للحافظ الذہبی(4/ 152) :

وقال البخاري: قال ابن المبارك لوكيع: عندنا شيخ يقال له أبو عصمة نوح بن أبي مريم يضع كما يضع معلى.

التاريخ الكبير للإمام لبخاري(8/ 111):

نُوح بْن أَبي مَريَم، أَبو عِصمَة، قا ضي مَرو ذاهِبُ الحديثِ جِدًّا.

تھذیب الکمال في أسماء الرجال(30/ 60) :

وَقَال إِبْرَاهِيم بْن يعقوب الجوزجاني: أَبُو عصمة نوح بن أَبي مريم قاضي مرو يسقط حديثه.

**یادرہے:**

خمس الخمس علت نہیں ہے،ورنہ خمس الخمس تو ہاشمی کے علاوہ دوسروں کو بھی دیاجاتا تھا،اب اگر خمس الخمس کے فقدان کی وجہ سید کے لیے زکاۃ جائز ہو،تودیگر یتامی اور مساکین وغیرہ کے لیے مذکورہ علت کے ہوتے ہوئے بھی زکاۃ لینادرست تھی،معلوم ہوا کہ یہ علت نہیں ہے۔

**7۔سید کومال دار مسافر پر قیاس کرنا:**

مسافر کے بارے میں چونکہ نص قرآنی موجود ہے، جس میں ضرورت کے پیشِ نظر مسافر کو مصارفِ زکوۃ میں شامل کیا گیااور اس کو زکوۃ لینے کی اجازت دی گئی،لہذا جس حالت میں اس نے زکوۃ وصول کی تھی اس وقت وہ مستحق زکوۃ تھااور زکوۃ لینے کے بعد چونکہ وہ زکوۃ کی رقم کامالک بن چکا ہوتا ہے،اس لیے باقی ماندہ رقم کو صدقہ کرنااس کے ذمہ لازم نہیں،جیسا کہ فقیر زکوۃ لینے کے بعد اگر غنی ہو جائے توفقہائے کرام رحمہم اللہ نے نصاب سے زائد رقم کو صدقہ کرنا واجب قرار نہیں دیا۔

جہاں تک ہاشمی کے مسئلہ کا تعلق ہے تو اس کو مسافر پر قیاس کرنا درست نہیں، کیونکہ شریعت نے اس کو مصارف زکوۃ میں شامل نہیں کیا اور اس پر بہر صورت زکوۃ کو حرام قرار دیا ہے، لہذا ہاشمی دراصل مستحقِ زکوۃ نہیں، اس لیے اصولی طور پر ہاشمی اور سید کے لیے کسی بھی حالت میں زکوۃ لینا جائز نہیں ہے۔

**خلاصہ کلام:**

- فقیر سیّد کو زکوٰۃ دینے کا مسئلہ حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری صاحب۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ سے پہلے بہت سے حضرات نے بیان فرمایا ہے۔ مگر جمہور فقہاء کا فتویٰ نہیں ہے۔
- سید کو زکاۃ دینا امام ابو یوسفؒ کا مذہب نہیں ہے، بلکہ ان کی ایک روایت ہے اور نہ ہی طرفین کا مذہب ہے۔

**(الکلام الحاوی فی تحقیق عبارۃ الطحاوی: ص47)**

- امام طحاویؒ بھی سید کی زکاۃ کے جواز کے قائل نہیں ہے۔ لہذا ان کی طرف جواز کا قول منسوب کرنا درست نہیں ہے۔
- ابو عصمہ نے امام ابو حنیفہؒ سے جواز کا قول نقل کیا ہے، حالانکہ ابو عصمہ نا قابل قبول راوی ہے۔

**تفصیل کے لیے: (الکلام الحاوی فی تحقیق عبارۃ الطحاوی)**

ضرورت شدیدہ کی وجہ سے مذہب غیر پر فتویٰ:

اگر کوئی یہ کہے کہ سادات کو زکاۃ دینے میں اگر غیر کا مذہب اختیار کیا جائے، تو کیا حرج ہے؟ مثلا: علامہ ابن تیمیہؒ اور امام رازیؒ وغیرہ جیسے دیگر علماء سید کو زکاۃ دینے کے قائل ہیں۔ جواب میں یہ عرض کیا جاسکتا ہے، کہ مذہب غیر پر ہر وقت فتویٰ نہیں دیا جاسکتا ہے، بلکہ اس کے لیے ضرورت کی تعریف اور مذہب غیر پر فتویٰ پر کی شرائط کا موجود ہونا ضروری ہے، جب کہ زیر نظر مسئلہ میں یہ شرائط نہیں پائی جاتی ہیں اور پھر خاص کر فقہ حنفی میں زکاۃ کا متبادل بھی موجود ہے۔

**"ضرورت" کی شرائط:**

- ✓ ضرورت درپیش ہو۔
- ✓ اس کے علاوہ کوئی جائز متبادل نہ ہو۔
- ✓ وہ ضرورت اسلام کے کسی بھی حکم کا مخالف نہ ہو۔
- ✓ اور وہ ضرورت بقدر ضرورت ہو۔
- ✓ متبادل سے ضرورت کا ازالہ یقینی ہو۔

"شروط الضرورة :
ليس كل من ادعى الضرورة يسلَّم له ادعاؤه، أو يباح له فعل الحرام، وإنما لابد من توافر شروط أو ضوابط للضرورة، وهي ما يأتي :

1 - أن تكون الضرورة قائمة لا منتظرة في المستقبل، أي أن يحصل في الواقع خوف الهلاك على النفس أو المال بغلبة الظن بحسب التجارب، أو التحقق من خطر التلف،
2- أن يتعين على المضطر ارتكاب المحظور الشرعي أي ألا يكون هناك وسيلة أخرى من المباحات لدفع الخطر إلا تناول الحرام.
3- ألا يخالف المضطر مبادئ الإسلام، فلا يحل الزنا والقتل والكفر والغصب بأي حال؛
4- أن يقتصر في رأي الجمهور على الحد الأدنى أو القدر اللازم لدفع الضرر
5 - أن يصف المحرم ـ في حال ضرورة الدواء ـ طبيب عدل ثقة في دينه وعلمه، وألا يوجد من غير المحرَّم علاج آخر، يقوم مقامه.ولا يتقيد الاضطرار بزمن مخصوص لاختلاف الأشخاص في ذلك ."

**(الفقه الاسلامی : تعریف الضرورة وحكمها)**

## مذہب غیر پر فتویٰ دینے کی شرائط:

- وہ فتویٰ مذاہب اربعہ ہی کے دائرے میں ہو۔
- دیگر مذاہب پر (باقاعدہ مدون نہ ہونے کی وجہ سے) فتویٰ نہ ہو۔
- سہولت پسندی اور خواہشات کی بنیاد پر نہ ہو۔
- ضرورت داعیہ (بمعنی اضطرار یا ناقابل برداشت تکلیف) پائی جائے۔
- خواہ ضرورت عامہ ہو یا خاصہ، عبادات میں ہو یا معاملات میں۔
- وہ ضرورت اہل بصیرت، اربابِ فتاویٰ اجتماعی فیصلے کی بنیاد پر تسلیم کرلیں۔
- جس امام کے قول کو اختیار کیا جائے اس کی تمام شرائط ملحوظ رکھی جائے۔
- دیگر مذاہب کا قول اقوال شاذہ میں سے نہ ہو۔
- تلفیق حرام (خارقِ اجماع) لازم نہ آئے۔

## مذہب غیر پر فتویٰ دینے والے مفتی کی شرائط:

- امانت دار ہو۔
- دیانت دار ہو۔
- تقویٰ دار ہو۔
- قرآن کریم کے مفاہیم کو سمجھنے والا ہو۔
- احادیث مبارکہ کے مطالب پر عبور رکھتا ہو۔

- دوسروں کی دلائل کا فہم رکھتا ہو۔
- دلائل کو عصر حاضر کی ضرورتوں پر منطبق کر سکتا ہو۔

صاحب "درمختار" رحمۃ اللہ علیہ اسے ان الفاظ میں نقل فرماتے ہیں:

"لا بأس بتقليد عند الضرورة لكن بشرط أن يلتزم جميع ما يوجبه ذلك الإمام؛ لأن الحكم الملفق باطل بالإجماع."

**(الدر مع الرد)**

شرح عقود رسم المفتی میں ہے:

"وبه علم أن المضطر له العمل بذلك لنفسه كما قلنا وأن المفتي له الإفتاء به للمضطر. فما مر من أنه ليس له العمل بالضعيف ولا الإفتاء به محمول على غير موضع الضرورة، كما علمته من مجموع ما قررناه. والله تعالى أعلم... قال في خزانة الروايات: العالم الذي يعرف معنى النصوص والأخبار، وهو من أهل الدراية يجوز له أن يعمل عليها وإن كان مخالفا لمذهبه.انتهى"

**(ص:89،ط:البشری)**

"اس لئے اس زمانہ میں اطمینان کی صورت یہی ہو سکتی ہے کہ کم از کم دو چار محقق علمائے دین کسی امر میں ضرورت کو تسلیم کر کے مذہب غیر پر فتویٰ دیں، بدون اس کے اس زمانہ میں اگر اقوالِ ضعیفہ اور مذہب غیر کو لینے کی اجازت دی جائے تو اس کا لازمی نتیجہ ہدم مذہب ہے"۔

## زکاۃ کی بجائے بہتر طریقے:

- کسی مسکین (جو کہ مستحقِ زکوۃ ہو) کو مشورہ دیا جائے کہ تم اتنے روپے کسی سے قرض لے کر فلاں سیّد کو دے دو، ہم ادائیگی قرض میں تمہاری اعانت کریں گے، جب وہ مسکین قرض لے کر کسی فقیر سیّد کو دیدے تو تم اس مسکین کو جتنے روپے اس نے قرض لیے تھے، اتنے زکوۃ میں دیدو، پھر وہ اپنے قرض خواہ کو دے گا۔
- کسی فقیر مستحق زکاۃ کو یہ کہا جائے: کہ آپ کسی سے قرض لے کر میرے رشتہ دار کو ہدیہ کر دو، میں تمہیں زکاۃ کی رقم دیدوں گا۔ یوں فقیر کو زکاۃ ملے گی، سید کو ہدیہ ملے گا اور زکاۃ آدا کرنے والے کی زکاۃ بھی بغیر حیلہ تملیک کی آدا ہو گئی۔
- کسی مسکین زکاۃ کے حقدار کو کہا جائے: کہ تم اپنی رقم سے میرے رشتہ دار، غریب سید کو ہدیہ دیدو، میں زکاۃ کی مد میں آپ کا تعاون کروں گا۔

- اپنی رقم (زکاۃ) مسکین کو دیا جائے اس کے بعد اسی فقیر سے کہا جائے: کہ یہ رقم میرے رشتہ دار کو دیدو، میں مزید زکاۃ دیدوں گا۔

**دی گئی زکاۃ کا حکم:**

جب ضرورت شدیدہ ہو اور عطیہ اور تملیک وغیرہ کی کوئی صورت ممکن نہ ہو اور یا غریب مستحق زکاۃ سید نے زکاۃ کی رقم وصول کر کے خرچ کی ہو، تو ایسی صورت میں دی گئی زکاۃ درست ہو گی۔ نادر اقوال کے مطابق سید اور ہاشمی کو بقدر ضرورت زکوۃ لینے کی اس لیے اجازت دی گئی ہے، تاکہ عالی نسب والے خاندان سے تعلق رکھنے والا شخص سوال کی ذلت سے بچ سکے۔

یاد رہے: بعض علماء نے ابو عصمہ کی تصدیق کی ہے۔

تاریخ الإسلام (11 / 218):

هو أبو عصمة نوح بن أبي مريم المروزي الفقيه، أحد الأعلام.

**زکاۃ ٹرسٹ اور رفاہی ادارے سے سادات اہل خانہ میت کو کھانا کھلانا:**

فوتگی کے دوران کھانا دینا ایک مستحب عمل ہے، اس کے لیے حیلہ تملیک کے ذریعے رقم جمع کر کے فرض زکاۃ کو استعمال کرنے کی کسی صورت اجازت نہیں ہے، اس لیے کھانا صرف ایک، یا دو وقت کے لیے ہے، وہ بھی ایک مستحب عمل ہے، اس کے لیے نفلی رقم سے بھی اہل خانہ میت کو کھانا دیا جا سکتا ہے، معیاری کھانا نہ ہو، بلکہ متوسط ہو۔ زکاۃ کی رقم کو استعمال کرنا اصل مصارف زکاۃ کو محروم کرنا ہے **اور پھر ستم ظریفی یہ ہے:** کہ غیر اہل خانہ میت بھی کھانے میں شریک ہوتے ہیں، ٹرسٹ میں اگر زکاۃ کی رقم نہ ہو، صرف نفلی صدقات ہوں، تب بھی مشترکہ چیز کے استعمال میں سب کی اجازت ضروری ہے۔ اس لیے ایسا کھانا ناجائز ہے، اس سے گریز کرنا چاہیے۔

**مروجہ انجمن اور کمیٹیاں:**

مروجہ انجمن اور کمیٹییاں ، جو میت کے گھر والوں کے لیے کھانے وغیرہ کا انتظام کرتی ہے، اس میں بظاہر نیک اور ہمدردانہ مقاصد سے ہٹ کر کئی شرعی قباحتیں بھی ہیں، جو درج ذیل ہیں:

- ہر فرد، چاہے امیر ہو یا غریب، ہر ماہ ایک مخصوص رقم کمیٹی میں جمع کرے، اگر وہ یہ رقم جمع نہیں کراتا تو اُسے کمیٹی سے خارج کر دیا جاتا ہے۔ اور ایسا کرنا اس کے لیے ضروری ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کمیٹی کی بنیاد "امدادِ باہمی" پر نہیں، بلکہ اس کا مقصد ہر ممبر کو اس کی جمع کردہ رقم کے بدلے سہولیات فراہم کرنا ہے، یہ سہولیات اس کی جمع کردہ رقم کی نسبت سے کبھی کم اور کبھی زیادہ ہو سکتی ہیں، یہ معاملہ واضح طور پر قمار (جوا) کے مشابہ ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔

- کمیٹی کے ممبران میں سے بعض اوقات غریب ونادار لوگ بھی ہوتے ہیں، جو اتنی وسعت واستطاعت نہیں رکھتے کہ ماہانہ سو روپے بھی ادا کر سکیں، لیکن خاندانی یا معاشرتی رواداری کی خاطر یا لوگوں کی باتوں سے بچنے کے لیے وہ مجبوراً یہ رقم جمع کراتے ہیں۔
- بسا اوقات اس طریقہ کار میں ضرورت مند اور تنگ دست سے ہم دردی اور احسان کی بجائے اس کی دل شکنی کی جاتی ہے
- کمیٹی کے ممبران زکاۃ کی تملیک کر کے اپنے پاس رکھتے ہیں اور پھر اس کو بوقت ضرورت کمیٹی کے چندہ میں دیتے ہیں۔
- اس طریقہ کار میں کھانا کھلانا ایک عمومی دعوت کی شکل اختیار کر جاتا ہے، حالانکہ مستحب یہ ہے کہ یہ انتظام صرف میت کے گھر والوں کے لیے ہو۔

**والحجۃ علی ماقلناہ:**

حدیث شریف میں ہے:

"وعن عبد الله بن جعفر قال: لما جاء نعي جعفر قال النبي ﷺ: صانعوا لآل جعفر طعاما فقد أتاهم ما يشغلهم). رواه الترمذي وأبو داود وابن ماجه ."
(مشكاة المصابيح، كتاب الجنائز، باب البكاء على الميت،الفصل الثاني، ص:151 ،ط:قديمي)

" فتاویٰ شامی " میں ہے:

"قوله: (وباتخاذ طعام لهم) قال في الفتح: ويستحب لجيران أهل الميت والأقرباء الأباعد تهيئة طعام لهم يشبعهم يومهم وليلتهم، لقوله ﷺ: «اصنعوا لآل جعفر طعاماً فقد جاءهم ما يشغلهم». حسنه الترمذي وصححه الحاكم؛ ولأنه بر ومعروف، ويلح عليهم في الأكل؛ لأن الحزن يمنعهم من ذلك فيضعفون. اهـ.
مطلب في كراهة الضيافة من أهل الميت
وقال أيضاً: ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من أهل الميت؛ لأنه شرع في السرور لا في الشرور، وهي بدعة مستقبحة: وروى الإمام أحمد وابن ماجه بإسناد صحيح عن جرير بن عبد الله قال: " كنا نعد الاجتماع إلى أهل الميت وصنعهم الطعام من النياحة ". اهـ. وفي البزازية: ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع ونقل الطعام إلى القبر في المواسم، واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم أو لقراءة سورة الأنعام أو الإخلاص. والحاصل: أن اتخاذ الطعام عند قراءة القرآن لأجل الأكل يكره. وفيها من كتاب الاستحسان: وإن اتخذ طعاماً للفقراء كان حسناً اهـ وأطال في ذلك في المعراج. وقال: وهذه الأفعال كلها للسمعة والرياء فيحترز عنها لأنهم لايريدون بها وجه الله تعالى. اهـ. وبحث هنا في شرح المنية بمعارضة حديث جرير المار بحديث آخر فيه «أنه عليه الصلاة والسلام دعته امرأة رجل ميت لما رجع من دفنه فجاء وجيء بالطعام» . أقول: وفيه نظر، فإنه واقعة حال لا عموم لها مع احتمال سبب خاص،

بخلاف ما في حديث جرير. على أنه بحث في المنقول في مذهبنا ومذهب غيرنا كالشافعية والحنابلة استدلالاً بحديث جرير المذكور على الكراهة، ولا سيما إذا كان في الورثة صغار أو غائب، مع قطع النظر عما يحصل عند ذلك غالباً من المنكرات الكثيرة كإيقاد الشموع والقناديل التي توجد في الأفراح، وكدق الطبول، والغناء بالأصوات الحسان، واجتماع النساء والمردان، وأخذ الأجرة على الذكر وقراءة القرآن، وغير ذلك مما هو مشاهد في هذه الأزمان، وما كان كذلك فلا شك في حرمته وبطلان الوصية به، ولا حول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم ."
(كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة:ج2،ص240، ط: سعيد)

"فتح القدیر" میں ہے:

"ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من أهل الميت لأنه شرع في السرور لا في الشرور، وهي بدعة مستقبحة. روى الإمام أحمد وابن ماجه بإسناد صحيح عن جرير بن عبد الله قال: كنا نعد الاجتماع إلى أهل الميت وصنعهم الطعام من النياحة. ويستحب لجيران أهل الميت والأقرباء الأباعد تهيئة طعام لهم يشبعهم يومهم وليلتهم؛ لقوله ﷺ: «اصنعوا لآل جعفر طعاماً فقد جاءهم ما يشغلهم». حسنه الترمذي وصححه الحاكم؛ ولأنه بر ومعروف، ويلح عليهم في الأكل؛ لأن الحزن يمنعهم من ذلك فيضعفون."
كتاب الصلاة، قبيل باب الشهيد:ج2، ص102، ط: رشيديه)

**7۔۔سادات علماء اور طلبہ پر زکاۃ کی رقم خرچ کرنا:**

سید اساتذہ اور طلباء پر زکاۃ کی رقم خرچ کرنا جائز نہیں، بلکہ نفلی صدقات سے ان کی ضروریات میں صرف کیا جائے، البتہ اگر زکاۃ کی رقم کے علاوہ دوسرے فنڈ کی رقم بالکل نہیں ہے تو بامر مجبوری بقدر ضرورت اس صورت میں زکاۃ کی رقم کسی غیر سید مستحقِ زکاۃ طالب علم کو دیا جائے اور وہ اپنی مرضی سے وہ رقم یا اس میں سے بعض سید کو دے دے تو ایسی صورت میں رقم سید کے استعمال میں لانا جائز ہو گا۔

**یاد رہے:**

آج کل مدارس میں بالغ طلباء کی طرف سے منتظمہ کمیٹی یا مہتمم کی طرف سے وکیل ہے، جب کہ بعض مدارس میں وہ قبضہ اور تصرف دونوں کے وکیل ہے، ایسی صورت میں چونکہ تملیک شدہ رقم کو ہر مد میں استعمال کرنا درست ہے ، چاہے وہ تعلیم کے متعلق ہو، یا تعمیر کے متعلق ہو اور یا سید اساتذہ اور طلبہ کے اخراجات سے متعلق ہو۔ مگر پھر بھی صاحب نصاب سادات اور غیر سادات کے سرپرستوں کا اپنے اخراجات سے اخراجات کا بندوبست کرنے میں تقویٰ، احتیاط ہے اور بوقت ضرورت حیلہ تملیک سے حاصل شدہ رقوم کے استعمال سے حفاظت بھی ہے۔ اور سید اساتذہ کی تنخواہیں نفلی صدقات اور یا طلباء کی فیسوں سے دی جائیں۔

**البحر الرائق میں ہے:**

"قوله (وبني هاشم ومواليهم) أي لا يجوز الدفع لهم لحديث البخاري «نحن - أهل بيت - لا تحل لنا الصدقة".«

**(کتاب الزکاۃ، باب مصرف الزکاۃ، ج:2، ص:265، ط: دار الکتاب الإسلامي)**

**وفیہ ایضاً:**

"والحيلة في الجواز في هذه الأربعة أن يتصدق بمقدار زكاته على فقير ثم يأمره بعد ذلك بالصرف إلى هذه الوجوه فيكون لصاحب المال ثواب الزكاة وللفقير ثواب هذه القرب كذا في المحيط".

**(کتاب الزکاۃ، باب مصرف الزکاۃ، ج:2، ص:261، ط: دار الکتاب الإسلامي)**

**فتاوی شامی میں ہے:**

"(و) لا إلى (بني هاشم) ... ثم ظاهر المذهب إطلاق المنع".

**(کتاب الزکاۃ، باب العشر، ج:2، ص:350، ط: سعید)**

**لمافي الدر مع الرد:**

"وقدمنا أن الحيلة أن يتصدق على الفقير ثم يأمره بفعل هذه الاشياء، وهل له أن يخالف أمره؟ لم أره، والظاهر: نعم.
قوله: (أن الحيلة) أي في الدفع إلى هذه الأشياء مع صحة الزكاة.
قوله (ثم يأمره إلخ) ويكون له ثواب الزكاة وللفقير ثواب هذه القرب بحر وفي التعبير بثم إشارة إلى أنه لو أمره أولا لا يجزئ؛ لأنه يكون وكيلا عنه في ذلك وفيه نظر؛ لأن المعتبر نية الدافع ولذا جازت وإن سماها قرضا أو هبة في الأصح كما قدمناه فافهم.(قوله: والظاهر نعم) البحث لصاحب النهر وقال؛ لأنه مقتضى صحة التمليك قال الرحمتي: والظاهر أنه لا شبهة فيه؛ لأن ملكه إياه عن زكاة ماله وشرط عليه شرطا فاسدا والهبة والصدقة لا يفسدان بالشرط الفاسد."

**(کتاب الزکاۃ، باب المصرف، 3343، ط: رشیدیہ)**

**واللہ اعلم بالصواب۔**

**سید کلیم اللہ حرمزئی۔**